بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہم انصاری نے یہ ناول(اگراور جیتے رہتے ازماہم انصاری)صرف اور صرف نیوایرا میگزین(New Era Magazine)کیلئے لکھا ہے۔اس ناول(اگراور جیتے رہتے ازماہم انصاری)کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام صرف اور صرف نیوایرا میگزین(New Era Magazine)کے نام محفوظ کیے جاتے ہیں۔ لہذا کسی بھی ادارے،ڈائجسٹ،سوشل میڈیا،ویب سائٹ یا کوئی بھی فرد بمعہ مصنف کواس کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں شائع کرنے کی سخت ممانعت ہے۔ عمل درآمد نہ کرنے کی صورت میں قانونی کاروائی کی جائے گی۔

شکریہ

ادارہ:نیوایرا میگزین

آج وہ بہت خوش تھی۔آج کا دن اس کی زندگی کا حسین ترین دن تھا۔فائز کے سنگ اپنی زندگی کے خوبصورت لمحات گزارتے وقت کا احساس ہی نہ ہوا۔وہ اس کے لیے کب اتنا اہم ہو گیا تھا وہ جان ہی نہ سکی۔اس کی آنکھوں کی بینائی تھا وہ!اس کے جسم میں موجود روح تھا وہ!

گلی کے موڑ پر رک کر اس نے ہمیشہ کی طرح پلٹ کر فائز کو دیکھا جو اسے ہی دیکھے جا رہا تھا۔اس کے دیکھنے پر فائز کی مسکراہٹ کچھ اور گہری ہو گئی۔اس نے بھی مسکراتے ہوئے قدم آگے کی سمت بڑھا دیے۔

گھر کے اندر قدم رکھتے ہی اسے کسی غیر معمولی پن کا احساس ہوا تھا۔آج گھر روز سے زیادہ صاف ستھرا نظر آ رہا تھا۔صحن میں نیم اور گلمہر کی پتیاں بھی نہ دکھائی دیں۔برآمدے میں رکھی چارپائی کے ساتھ کرسیوں کو دیکھ کر اسے کسی مہمان کی آمد کا خیال آیا۔مگر کون؟ان کے یہاں تو کوئی نہیں آتا تھا۔اس نے اماں کی تلاش میں نظر دوڑائی۔اماں تو نظر نہ آئیں ہاں مگر کمرے سے آتی ان کی آواز ضرور اس کی سماعتوں سے ٹکرائی تھی۔

"ہاں بہن!عائزہ آپ ہی کی بیٹی ہے۔جب چاہیں لے جائیں"ان کی آواز میں ایک کھنک سی محسوس ہو رہی تھی۔

"بس آپا!آپ نے میرے دل کی مراد پوری کر دی۔میں تو ڈر رہی تھی کہیں اتنے عرصے کی بات آپ نے بھلا ہی نہ دی ہو"وہ کمرے کے کچھ اور قریب چلی آئی۔انجانی آواز پر اس نے دروازے سے جھانکنا چاہا مگر بے سود!دروازے پہ پڑا پردہ اس کا منہ چڑھا رہا تھا اور وہ پردا سرکا کر دیکھنے کا رسک نہیں لے سکتی تھی۔

"ارے یہ بھی کوئی بھلا دینے کی بات ہے آسیہ؟ زبان دی ہے ہم نے۔ ہم خاندانی لوگ اپنی زبان سے پھرا نہیں کرتے" اماں کی بات پر اس نے نا سمجھی سے بھنویں سکوڑیں۔

"بس اب آپ شادی کی تیاریاں کریں۔ ہم جلد ہی اپنی عائزہ کو اپنے گھر میں روشنی بکھیرتے دیکھنا چاہتے ہیں" انجانی آواز نے اس کے حواس ہی صلب کر ڈالے۔

"یہ کیا ہو رہا ہے؟ کون سی بات؟ کہاں کی شادی؟" اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کسی نے اس کے کانوں میں بم پھوڑ دیا ہو۔ اس نے دیوار کا سہارا لیتے ہوئے خالی خالی نظروں سے خاموش کھڑے گلمہر کے درخت کو دیکھا۔

"آپ نے عائزہ کو تو یہ بات بتا دی ہے نہ؟" انجانی آواز دوبارہ آئی۔

"ارے بہن! نہیں بتائی تو اب بتا دوں گی۔ میری عائزہ بہت فرماں بردار بچی ہے۔ مجھے یقین ہے وہ انکار نہیں کرے گی" اماں کی آواز میں یقین بول رہا تھا۔

"پھر بھی بہن! وہ ہمارا زمانہ تھا جب والدین کی مرضی پر خاموشی سے سر جھکا دیا کرتے تھے۔ آج کل ایسا نہیں ہوتا۔ بچے اپنی پسند خود بتاتے ہیں" آسیہ بیگم کی بات پر اماں نے نفی میں سر ہلایا۔

"آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں مگر میں نے اپنی بیٹی کی تربیت الگ طرح سے کی ہے اور مجھے اپنی تربیت پر پورا بھروسہ ہے۔ اطمینان رکھیں اسے کوئی اعتراض نہیں ہوگا" اس نے بمشکل اپنے ڈوبتے دل کو سنبھالا اور خود کو گھسیٹتی ہوئی اپنے کمرے میں چلی آئی۔

****

****

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟اتنی بڑی بات سے میں کیسے بے خبر رہی؟اماں نے مجھے کیوں نہیں بتایا؟ بتانا تو دور کبھی سر سری ساذکر تک نہیں کیا۔اور یہ لوگ اتنے عرصے تک کہاں غائب تھے؟ اب اچانک کہاں سے چلے آئے؟"اس کے دل ودماغ میں سوچوں کا ایک طوفان سا اٹھ رہا تھا۔ "نہیں اماں ایسا نہیں کر سکتیں۔ مجھ سے یہ ہر گز نہیں ہو گا۔میں فائز کی جگہ کسی اور کو ایک پل بھی برداشت نہیں کر سکتی۔ نہیں میں یہ نہیں کروں گی۔یہ میری دسترس سے دور ہے۔میں اماں سے بات کروں گی۔وہ مان جائیں گی۔یوں چپ چاپ اپنی دنیا اجڑنے نہیں دوں گی"اس نے ساری رات کروٹیں بدلتے ہوئے گزار دی تھی۔دل اس قدر بے یقین تھا کہ اس کے ساتھ بھی ایسا کچھ ہو سکتا ہے۔فائز کے اظہار کے بعد سے تو اسے فائز کو پانا اتنا ہی آسان لگنے لگا تھا جتنا اس کے دل تک رسائی حاصل کرنا۔وہ بے چینی سے اٹھ بیٹھی۔ حبس تھا کہ بڑھتا ہی چلا جا رہا تھا۔اس نے اٹھ کر پچھلے صحن میں کھلنے والی کھڑکی کھول دی۔ان خاتون کے جانے کے بعد اماں اس کے کمرے میں آئی تھیں مگر وہ سوتی بن گئی تھی۔پھر وہ کھانے کے لیے بھی نہ اٹھی۔بھوک اور نیند دونوں کا احساس مر گیا تھا۔زندہ تھا تو صرف فائز کے چھن جانے کا احساس!

اس نے ایک گہری سانس ہوا کے سپرد کی۔باہر سے آتی ہوا نے کمرے کے حبس کو کسی قدر کم کر دیا تھا مگر اس کے اندر کے حبس کو کم کرنے میں ناکام رہی تھی۔اس نے بکھرے بالوں کو

سمیٹ کر جوڑے کی شکل میں لپیٹا۔کچھ لٹیں پھر بھی اس کے چہرے کے اطراف جھولتی رہیں۔

"مجھے یقین ہے عائزہ انکار نہیں کرے گی "اماں کی آواز اس کی سماعت میں گونجی۔وہ بیڈ کی پائنتی سے ٹیک لگا کر زمین پر ہی بیٹھ گئی۔

"فائز یا اماں؟"اس کے اندر کسی نے سوال کیا تھا۔اس نے تھک کر سر گھٹنوں پر گرالیا۔

"فائز کے بغیر رہنے کا سوال ہی نہیں اٹھتا۔میں اماں کو منالوں گی "فیصلہ کر کے اس نے قریب پڑا فون اٹھایا۔فائز کی کئی مسڈ کالز پڑی تھیں۔اس نے بے دلی سے فون رکھ کر دوبارہ سر گھٹنوں پر گرالیا۔

****

"کیا ہوا عائزہ؟اتنی پریشان کیوں ہو؟آج نہ تم نے کوئی لیکچر اٹینڈ کیا ہے نہ فائز کی کالز پک کر رہی ہو؟بے چارہ کتنا پریشان ہے۔بزنیس کے کام میں پھنسا نہ ہوتا تو کب کا پہلی فلائٹ سے پاکستان آچکا ہوتا۔تم کیوں....."کلاس ختم ہوتے ہی ربیعہ اس کے قریب چلی آئی۔

"اف یار!خاموش رہنا نہیں آتا تمہیں؟کبھی چپ بھی رہ لیا کرو"اس نے جھنجھلا کر اس کی بات کاٹی۔ربیعہ نے غور سے اس کا ستہ ہوا چہرا دیکھا۔ایک بھی لیکچر مس نہ کرنے والی عائزہ پورے تین دن بعد کالج آئی تھی اور آکر بھی لیکچر اٹینڈ نہیں کیا تھا۔

"کیا پرابلم ہے؟شئیر کرو مجھ سے۔دونوں مل کے کوئی نہ کوئی حل نکال لیں گے۔مگر اس طرح خاموش رہنے سے تو کچھ بھی نہیں ہو گا نہ "اتنا تو وہ جان گئی تھی کہ کوئی اہم بات ہے۔مگر کیا؟یہ وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

"عائزہ!"اسے خاموش پا کر اس نے عائزہ کے کاندھے پر ہاتھ رکھا۔ربیعہ کے پکارنے پر اس نے اپنی سرخ آنکھیں اس کے چہرے پر مرکوز کر دیں۔

"مجھے ابھی ڈسٹرب مت کرو ربیعہ !نہ میں کچھ بتانے کے موڈ میں ہوں نہ کچھ سننے کے۔بس ابھی مجھے تنہا چھوڑ دو"اب کے اس پر جھنجھلاہٹ کے ساتھ بے بسی کا بھی حملہ ہوا تھا۔ضبط کے باوجود پلکیں بھیگ گئیں۔اس کے آنسو دیکھ کر ربیعہ حیران ہی تو رہ گئی۔وہ عائزہ جو ہر دکھ ہنس کر سہہ جاتی تھی آج رو رہی تھی۔اس کے لیے یہ منظر بہت تکلیف دہ تھا۔

"عائزہ پلیز !مجھے بتاؤ کیا ہوا ہے؟میں تمہیں اس طرح نہیں دیکھ سکتی"ربیعہ کی آواز بھی آنسوؤں میں بھیگنے لگی۔آج اتفاق سے کالج میں بہت خاموشی تھی۔ان دونوں کے علاوہ چند اسٹوڈنٹس ہی نظر آ رہے تھے۔آخر اس کے اصرار پر عائزہ نے ساری بات من و عن اس کے گوش گزار دی جسے سن کر ربیعہ تو سکتے میں ہی آ گئی۔عائزہ نے پلکوں پر ٹکے آنسوؤں کو رگڑ کر صاف کیا۔

"مجھے سمجھ نہیں آ رہا ربیعہ میں کیا کروں۔سوچتی ہوں اماں کی بات مان لوں تو فائز کا خیال چین نہیں لینے دیتا۔فائز کے بغیر یہ زندگی،زندگی نہیں ہو گی۔اس کے بنا جینے کا تصور ہی مجھے نڈھال کر دیتا ہے۔کبھی اماں سے بات کرنے کا سوچتی ہوں تو ان کی یقین میں ڈوبی آواز کانوں

میں گونجنے لگتی ہے۔میں ان کا یقین کیسے توڑوں؟میری اس بائیس سالہ زندگی میں انہوں نے میری ہر خواہش پوری کی۔چھوٹی یا بڑی،ہر طرح کی۔کبھی منع نہیں کیا۔اور آج جب وہ میرے لیے پہلی دفعہ کچھ اپنی مرضی سے کرنے جا رہی ہیں تو میں ان کی یہ ایک خواہش بھی پوری نہ کروں؟ہر رات ایک فیصلہ کرتی ہوں اور ہر صبح دوسرا۔ایک طرف میری محبت ہے دوسری طرف میری ماں!یہ کیسا آپشن ہے جس میں اپنی مرضی کا کوئی آپشن ہی نہیں؟اگر محبت چن لوں تو زندگی سے سکون کو خارج سمجھوں۔اور اگر اماں کی خواہش پر سر جھکا دوں تو خوشی کا کہیں کوئی وجود ہی نہیں رہ جائے گا۔میں زندہ رہوں گی مگر مجھ میں زندگی نہیں رہے گی۔کیا کروں؟"اس کا حال تو اس کا حلیہ ہی بتا رہا تھا مگر اس کے لہجے نے اس کی دلی کیفیت بھی عیاں کر دی تھی۔ربیعہ کی خود کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا مگر اسے تسلی تو دینی ہی تھی۔

"پریشان مت ہو عائزہ!بس اللہ پاک سے دعا کرو۔ایک دعا ہی ہے جو سب کچھ بدل سکتی ہے"

ربیعہ کی بات پر وہ اثبات میں سر ہلاتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"فائز کو کچھ مت بتانا پلیز!میں اسے پریشان نہیں کرنا چاہتی"جانے کہاں سے کھینچ تان کر وہ اپنے ہونٹوں پر مسکراہٹ لائی تھی۔ربیعہ کا دل کٹ کر رہ گیا۔بچپن سے اسے ہمیشہ ہنستے کھلکھلاتے دیکھا تھا۔آج اسے اس طرح دیکھنا بہت مشکل لگ رہا تھا۔نہ کوئی قسمت بدل سکتا ہے نہ ہی مقدر کے لکھے کو ٹالا جا سکتا ہے۔بعض اوقات زندگی ایسے کڑے امتحان لیتی ہے کہ انسان کے اعصاب ہل کر رہ جاتے ہیں۔پھر مضبوط سے مضبوط انسان بھی کسی سیلن زدہ دیوار کی طرح ڈھاتا چلا جاتا ہے۔بکھر جاتا ہے اور پھر تا عمر بکھرا ہی رہتا ہے۔

****

فلائٹ لینڈ کرتے ہی اس کے دل کی بے چینی میں کچھ اور اضافہ ہوا تھا۔اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ پلین کو یونورسٹی میں ہی لینڈ کروا دیتا۔ائیر پورٹ سے نکلتے ہی اس نے ڈرائیور کو سامان گھر لے جانے کو کہا اور خود ٹیکسی کر کے یونورسٹی آ گیا۔جب باہر کہیں وہ دشمن جاں نظر نہ آئی تو وہ سیدھا اس کے ڈپارٹمنٹ چلا آیا۔کلاس کے قریب پہنچ کر اسے رک جانا پڑا کہ اندر سے آتی آواز نے اس کے قدم جکڑ لیے تھے۔

"میں نے تم سے کبھی محبت نہیں کی فائز!نہ ہی کر سکتی ہوں۔میں نے کبھی تمہارے ساتھ جینا نہیں چاہا،نہ جینا چاہوں گی۔مجھے تم سے نفرت نہیں ہے مگر محبت بھی نہیں ہے۔ہمارے درمیان جو ایک بے نام سا رشتہ تھا آج اس کا اختتام ہو جانا چاہیے۔مجھے آج اسے یہ بتا دینا چاہیے نہ ربیعہ؟"یہ عائزہ تھی۔اس کی عائزہ!اسے پل بھر کو یقین ہی نہ آیا۔اگر اسے یہ بات کوئی اور بتاتا تو وہ کبھی یقین نہ کرتا مگر اس کی قسمت کہ اس نے یہ خود سنا تھا۔نہ جانے اسے خوش قسمتی کہیں گے یا بد قسمتی۔وہ اپنی سماعتوں کو جھٹلا نہیں سکتا تھا۔اسے لگا وہ کھڑا نہیں رہ پائے گا۔اس نے سائیں سائیں کرتے کانوں اور دھندلی ہوتی بصارت سے اندر دیکھنا چاہا اور تب اس نے سامنے کھڑی عائزہ کو دیکھا تھا۔اسے عائزہ کا چہرہ صاف نظر نہیں آیا تھا مگر وہ جانتا تھا وہ عائزہ ہی تھی۔اگلے پل اس کی آنکھوں میں زمانے بھر کی نفرت امڑ آئی۔عائزہ کے ہونٹ کانپے تھے مگر اسے تو نہ کچھ دکھائی دے رہا تھا اور نہ سنائی دے رہا تھا۔اس نے تو عائزہ کے آنسوؤں کو بھی نہیں دیکھا تھا۔اس کے ستے ہوئے چہرے پر بھی دھیان نہیں دیا تھا۔اور پھر وہ

پلٹ گیا۔بغیر کچھ کہے.....بغیر کوئی استفسار کیے.....کتنی ہی دیر وہ دروازے میں کھڑی اسے دور ہوتا دیکھتی رہی۔یہی وہ لمحہ تھا جب اس نے جانا تھا کہ روح فنا ہونا کسے کہتے ہیں۔اس کے آنکھوں کے سامنے سے اوجھل ہوتے ہی وہ واپس پلٹ آئی جہاں ربیعہ کی حالت کم و بیش اس جیسی ہی تھی۔وہ گہری سانس لیتے ہوئے گرنے کے سے انداز میں اس کے قریب بیٹھ گئی۔

"اس نے سن لیا ہے ربیعہ! میں نے جیسا چاہا تھا ویسا ہی ہوا۔اس کے سامنے اسے فیس کرتے ہوئے اپنی محبت سے انکاری ہو جانا میرے لیے بہت مشکل ہوتا۔میرا چہرہ تو کھلی کتاب ہے۔میں کچھ بھی کہتی وہ چہرے سے میرا جھوٹ جان لیتا۔اب شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔اب وہ مجھ سے ساری زندگی صرف نفرت کرے گا۔اس کے لیے مجھے بھلا دینا اب بہت آسان ہو گا۔اسے میری جدائی اتنی تکلیف نہیں دے گی۔بے وفا سمجھ کر بھول جانا آسان ہوتا ہے" وہ تلخ مسکراہٹ ہونٹوں پر سجائے دھیمے لہجے میں اس سے کہہ رہی تھی۔ربیعہ نے افسوس سے درد میں ڈوبی اس لڑکی کو دیکھا جس نے اپنی محبت کو اپنی ماں کے لیے قربان کر دیا تھا۔اور اچھی لڑکیاں خود غرض نہیں ہوتیں۔شاید وہ بھی نمرہ احمد کی اچھی لڑکیوں میں سے تھی۔

اپنی محبت سے دست بردار ہو جانا آسان نہیں ہوتا۔دل مارنا پڑتا ہے۔آنکھوں سے قطرہ قطرہ لہو رستا رہتا ہے۔ساری زندگی جس شخص کی محبت میں دل جلتا رہے اسی سے یہ کہنا پڑتا ہے کی "نہیں ! مجھے تم سے محبت نہیں" احساس ہمہ وقت جلتے رہتے ہیں۔دل دہک دہک کر کوئلہ ہو جاتا ہے اور ہونٹوں پر محض کچھ الفاظ ہی ہوتے ہیں۔"نہیں! مجھے تم سے محبت نہیں"!

اس نے فائز کی نظروں میں خود کو گرا کر، بے وفا بنا کر خود کو بھول جانے کی وجہ تو دے دی تھی مگر نادان لڑکی یہ نہیں جانتی تھی کہ محبت خوبیاں دیکھ کر تو نہیں ہوتی۔ یہ تو بس ہو جاتی ہے اور ایک بار ہو جائے تو کبھی ختم نہیں ہوتی۔ ہمارے دل کے ایک خاموش گوشے میں ہمیشہ اِک درد مسلسل بن کر زندہ رہتی ہے۔

****

یونورسٹی سے نکل کر اسے ٹیکسی کرنے کا خیال بھی نہ آیا۔ وہ جلتے دل کے ساتھ سر جھکائے، بغیر کسی طرف دیکھے ایک سمت چلتا رہا۔ کانوں میں بس ایک آواز گونج رہی تھی۔

"مجھے تم سے کبھی محبت نہیں رہی" اس نے کالے بادلوں سے ڈھکے آسمان کو دیکھا۔ اس کی آنکھیں ضبط کی شدت سے سرخ ہو رہی تھیں۔ حیرت تو اس بات کی تھی کہ وہ سب کچھ سن کر بھی اپنے پیروں پر کھڑا تھا، سانس لے رہا تھا۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اس کا دل وہیں پھٹ پڑتا۔ پیروں میں جان نہ رہتی۔ جسم میں روح نہ رہتی۔

اس نے دھندلی بسارت کے ساتھ سامنے نظر آتے گلموہر کے درخت اور اس کے ساتھ کھڑے بہار کے موسم میں بھی پتوں سے خالی نیم کے درخت کو دیکھا۔ شاید نیم کے ساتھ بھی گلموہر نے کچھ ایسا ہی کھیل کھیلا تھا۔ تب ہی تو موسم بہار میں بھی وہ درخت خزاں کے موسم کی یاد دلا رہا تھا۔

"مجھے اپنی محبت کے اظہار کے لیے الفاظ نہیں ملتے فائز! شاید کوئی ایسی مثال ہے ہی نہیں جو تمہارے لیے میری محبت کو بالکل اسی انداز میں بیان کر سکے" اس کے قدموں سے قدم ملا کر

چلتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔اس نے بے دردی سے اپنی جلتی آنکھیں رگڑ ڈالیں۔اس لمحے تو اس نے سوچا بھی نہ تھا کہ وہ لڑکی جو سراپا محبت نظر آتی تھی اس سے اس طرح بے وفائی کرے گی۔یوں تنہا کر جائے گی۔اس طرح اس کے جزبات کا مزاق بنائے گی کہ اس کی آنکھیں لہو برسائیں گی۔

اس نے اپنے قدموں کو ساحل سمندر کی سمت موڑ لیا۔یہی وہ جگہ تھی جہاں وہ اپنا سارا درد سمندر کے حوالے کر کے پر سکون ہو جایا کرتا تھا۔آج عرصے بعد وہ دوبارہ اسی راہ پر گامزن تھا۔

اکثر ایسا بھی ہوتا ہے نہ کہ ہمیں اپنے بالکل سامنے کی بات نظر نہیں آتی۔محسوس تک نہیں ہوتی۔بعض اوقات ہمیں جو دکھایا جاتا ہے ہم بغیر کسی تحقیق کے اس پر یقین کر لیتے ہیں۔مگر ایک وقت ایسا بھی آتا ہے جب ہماری آنکھوں پر پڑا پردہ ہٹ جاتا ہے اور ہر منظر واضح ہو کر ہمارے سامنے آجاتا ہے۔اس کے ساتھ بھی یہی ہو رہا تھا۔اس کی آنکھوں پر بھی پردہ ڈال دیا گیا تھا۔اس نے وہی دیکھا تھا جو عائزہ نے اسے دکھانا چاہا تھا۔اگر اس وقت وہ عائزہ سے استفسار کر لیتا تو شاید ابھی یوں خالی ہاتھ نہ ہوتا۔

اپنے اندر کا سارا دکھ سمندر کے حوالے کرنے کے بعد جب وہ لوٹا تو اس کی آنکھوں میں عائزہ کے لیے سوائے نفرت کے کچھ نہیں تھا۔نہ جانے محبت خود غرض کیسے ہو جاتی ہے؟اگلے کی محبت کے ساتھ مشروط کیسے ہو جاتی ہے؟محبت تو دینے کا نام ہے۔نہ جانے کب محبت میں لینے کی رسم بھی شامل ہو گئی۔نہ جانے کب محبت کی شکل اس قدر بدل گئی کہ اصل محبت کا وجود ہی

باقی نہ رہا۔ڈپلکیٹ کے اس دور میں محبت بھی ڈپلکیٹ ملتی ہے۔کیا اس بگڑی شکل والی محبت کو محبت کہیں گے؟

****

اماں بہت خوش تھیں۔دل میں پنپتے بے شمار اندیشوں کے ساتھ جیسے جیسے وہ عائزہ کو اس کے بچپن سے طے رشتے کے بارے میں بتاتی گئیں ان کا ہر اندیشہ دور ہوتا گیا۔اس کی خاموشی کو اس کی رضامندی سمجھ کر انہوں نے اظفر کے گھر والوں کو تاریخ لینے کے لیے گھر آنے کی اجازت دے دی تھی۔اور وہ.....اس کے اندر جیسے خزاں کا موسم ٹھہر سا گیا تھا۔یونورسٹی جانا وہ تقریباً چھوڑ ہی چکی تھی۔اس دن کے بعد سے دل ہی نہ چاہا کہ دوبارہ وہاں جائے اور فائز کا سامنا کرے۔کہیں اس کے سامنے آتے ہی اس کا ضبط جواب دے جائے اور بڑی مشکلوں سے سنبھالا ہوا دل دغا دے جائے۔ربیعہ کے بہت سمجھانے پر بھی وہ یونورسٹی آنے کے لیے تیار نہ ہوئی۔اماں نے بھی کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ان کے لیے یہ اچھا ہی تھا۔ویسے بھی کچھ دن میں اگزامز شروع ہو جاتے تو کلاسز ویسے ہی ختم ہو جانی تھیں۔

اس نے منڈیر سے زرا سا سر نکال کر باہر گلی کے موڑ کو دیکھا۔پچھلے بہت سے دنوں کی طرح آج بھی وہ سنسان پڑا تھا۔ویران رستوں کو تکنے والی آنکھوں کو کیا خبر کہ لوگ رستے بدل لیتے ہیں اور پھر پلٹ کر کبھی پرانے رستوں کی جانب سفر نہیں کرتے۔نہ جانے کیسے لوگ اتنی آسانی سے خود کو ماضی سے الگ کر لیتے ہیں۔مگر کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو ساری زندگی

ماضی کو سینے سے لگائے بچھڑے ہوئے لوگوں کے لوٹ آنے اور دوبارہ مل جانے کی امید کا دیا روشن کیے رکھتے ہیں۔ خواہ ان کی اپنی زندگی کی شمع بجھ جائے وہ امید کا دیا نہیں بجھنے دیتے۔

اس نے دوبارہ دھلے ہوئے کپڑے تار پر پھیلانے شروع کر دیے۔ آج اظفر کے گھر والوں کو تاریخ لینے آنا تھا اور اس کا دل چاہ رہا تھا کہ کہیں چھپ جائے۔ کسی ایسی جگی چلی جائے جہاں اس کے علاوہ کوذی روح نہ ہو۔ کپڑے پھیلا کر وہ منڈیر سے پشت ٹکا کر کھڑی ہو گئی۔ آج تو ہوا بھی بالکل بند تھی۔ اس نے کیاریوں کے قریب رکھا فون اٹھا کر کال لاگ چیک کیا جس میں ربیعہ کے علاوہ کسی کا نام نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس کے سینے سے ایک گہری سانس خارج ہوئی۔

"عائزہ! ارے کتنی دیر لگے گی؟ اب آ کر تیار بھی ہو جا۔ وہ لوگ بس آتے ہی ہوں گے" اماں کی پکار پر اس کا دل چاہا وہ کبھی نیچے نہ جائے مگر ہماری ہر خواہش کہاں پوری ہوتی ہے۔ اسے نیچے بھی جانا تھا، تیار بھی ہونا تھا اور اماں کو یہ بھی دکھانا تھا کہ وہ بہت خوش ہے۔ مگر اس سے بھی پہلے اسے اپنے دل کو سمجھانا تھا۔ اور دل کو سمجھانا ہی سب سے مشکل تھا۔

****

لیپ ٹاپ سمیٹ کر وہ بہت تیزی سے ایلیٹس سے باہر نکلا۔ بہت ہی زیادہ ریش ڈرائونگ کر کے جب وہ گھر پہنچا تو ایک پل کو رک سا گیا۔

"اگر تمہارا جرم ثابت ہو گیا تو؟" کہیں اندر سے آواز اٹھی تھی۔ وہ کچھ دیر خاموشی سے بیٹھا رہا پھر سر جھٹک کر کار کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔

فیس بک پر ربیعہ کے میسجز پڑھتے ہوئے اسے زوروں کا جھٹکا لگا تھا۔اس نے ان میسجز میں سب کچھ لکھ دیا تھا۔ایک ایک بات۔ربیعہ کے مطابق وہ سب جھوٹ تھا جو فائز نے سنا تھا۔عائزہ نے اماں کی خاطر اپنی محبت کی نفی کر ڈالی تھی۔اس نے فائز کو خود سے دور کر دیا تھا صرف اس لیے کہ بچپن میں ہی اس کی بات کسی سے طے تھی اور وہ اپنی اماں کو انکار نہیں کر سکی تھی۔ عائزہ فائز سے محبت کرتی تھی اور اس نے ہمیشہ اسے ہی چاہا تھا۔مگر سوال یہ تھا کہ وہ ربیعہ کی باتوں پر یقین کیوں کرتا؟وہ تھی تو آخر عائزہ کی ہی دوست !اور وہ یہ سب اسے کیوں بتا رہی تھی جبکہ سب کچھ ختم ہو چکا تھا۔لیکن پھر بھی اسے حقیقت تک پہنچنا تھا اور یہ حقیقت اسے عائزہ کی آئی ڈی کے علاوہ کہیں نہیں مل سکتی تھی۔عائزہ کے فون سے وہ اس کی آئی ڈی بآسانی ایکسز کر سکتا تھا جو وہ لندن آتے ہوئے اپنے ساتھ لے آیا تھا۔اس نے دھڑکتے دل سے وارڈروب کے نچلے خانے میں پڑا فون اٹھایا۔اتفاق ہی تھا کہ اس کی آئی ڈی پہلے سے ہی لاگ ان تھی۔اس نے فوراً انباکس اوپن کیا۔

****

وہ تیار ہونے کے بعد ابھی کمرے میں ہی بیٹھی تھی کہ اماں چلی آئیں۔ان کے چہرے سے وہ خوشی غائب تھی جس نے کچھ دیر پہلے ان کے چہرے کا احاطہ کیا ہوا تھا۔

"کیا ہوا اماں؟سب ٹھیک تو ہے نہ؟"اس نے بغور ان کا چہرہ دیکھتے ہوئے ان کی ذہنی حالت کا اندازہ لگانے کی کوشش کی۔اماں تھکے تھکے سے انداز میں بیڈ کے کونے پر ٹک گئیں۔

"کیا ہوا؟آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟"اس نے پریشان ہو کر ان کا ہاتھ تھاما۔

"ہاں میری طبیعت کو کیا ہونا ہے۔وہ بس....."انہوں نے ایک پل کو رک کر خشک ہونٹوں پر زبان پھیری۔

"وہ لوگ آج نہیں آرہے"انہوں بمشکل بات پوری کی جبکہ اس کی تو جیسے من کی مراد بر آئی تھی۔دل میں اندر تک سکون اترتا چلا گیا۔

"جانے کیا بات ہے۔کوئی وجہ بھی نہیں بتائی۔میرا تو دل بڑا ہول رہا ہے عائزہ!"اماں کا چہرہ زرد پڑا جارہا تھا۔اس سے اپنی مسکراہٹ چھپانا مشکل ہو رہا تھا۔

"ہو گی کوئی بات اماں!ویسے بھی اتنی دور سے آنا کوئی آسان تھوڑی ہے۔کوئی مسئلہ ہو گیا ہو گا۔چھوڑیں۔اس قدر پریشان نہ ہوں۔کچھ نہیں ہوتا"وہ ان کے قریب کھسک آئی۔

"یہ رشتہ تمہارے ابا کی خواہش پر ہوا تھا۔میں اس طرح بچپن میں بات طے کر دینے کے حق میں نہیں تھی مگر تمہارے ابا دوستی کو رشتہ داری میں بدلنے کے خواہش مند تھے۔ان کے جانے سے دوستی تو ختم ہو ہی گئی۔اللہ رب العزت رحم کرے۔اب یہ رشتہ برقرار رہے"اماں کے لہجے میں اندیشے بول رہے تھے۔

"اماں!کیوں اس قدر پریشان ہو رہی ہیں اور میرا دل بھی دہلا رہی ہیں۔سب ٹھیک ہو جائے گا۔چلیں کھانا کھاتے ہیں۔افف!مجھے تو بہت بھوک لگی ہے۔ویسے کیا خیال ہے ربیعہ کو بھی بلالیں؟ساتھ مل کر خوشی مناتی ہوں"اس کی آواز کی کھنک لوٹ آئی تھی جبکہ اماں اس کے آخری جملے پر اٹک سی گئیں۔

"خوشی؟ کس بات کی؟" اماں کی گہری نظروں نے اسے ہوش کی دنیا میں لا پٹخا۔ وہ بری طرح سٹپٹا گئی۔

"میرا مطلب ہے.. میری شادی کی خوشی اماں! آج نہیں آئے وہ تو کسی اور دن آجائیں گے۔ اب شادی کی خوشی بھی نہ مناؤں کیا؟" اس نے فوراً بات سنبھالی۔ اماں نے بغور اس کے مطمئن چہرے کو دیکھا۔ پریشانی تو انہیں اس کی ہی تھی۔ ان کی بیٹی خوش رہے بس۔ اب وہ مطمئن تھی تو وہ بھی کسی قدر پر سکون ہونے لگی تھیں۔ اس کی خوشی ہی ان کے لیے سب کچھ تھی۔ مگر نہیں جانتی تھیں کہ اس کی خوشیاں خریدنے کی کوششوں میں انہوں نے اس کے لیے دکھوں کی ساری دکان ہی خرید ڈالی تھی۔

عائزہ نے فوراً بیعہ کو بلا لیا تھا اور وہ اماں کے ہاتھ کی بریانی کا سن کر دوڑی چلی آئی تھی۔ اب صحن میں گلموہر تلے ان کی دنیا بھر کی باتیں جاری تھیں۔

****

(جاری ہے)

نوٹ

اگر اور جیتے رہتے کے بعد اپنی رائے سے ضرور آگاہ کریں۔ نظرِ ثانی کرتے ہوئے اس بات کو یقینی بنایا گیا ہے کہ کسی قسم کی غلطی نہ ہو اگر پھر بھی کوئی غلطی رہ گئی ہو تو اس کی نشاندہی ضرور کریں تاکہ ہم اس کو بہتر کر سکیں۔

تعاون کا طلبگار

ادارہ (نیو ایرا میگزین)

New Era Magazine